سولھواں فقہی سمینار

منعقدہ: ۱۰-۱۳/ربیع الاول ۱۴۲۸ھ مطابق ۳۰/مارچ-۲/اپریل ۲۰۰۷ء، جامعہ اسلامیہ دارالعلوم مہذب پور، اعظم گڈھ

☆ رمی جمار کا مسئلہ

☆ قیام منیٰ کا حکم

☆ موت کی حقیقت اور مصنوعی آلۂ تنفس

☆ یوتھینیزیا کا حکم

☆ نیٹ ورک مارکیٹنگ

سوال نامہ:

رمی جمار کے اوقات
اور منی کے باہر حدود حرم میں قیام

دنیا کے بدلتے ہوئے حالات، بڑھتی ہوئی آبادی اور دوسرے مسائل نے ہر شعبۂ زندگی کو متاثر کیا ہے حتی کہ عبادات بھی اس سے خالی نہیں، اس لئے آج اہل علم ایسے مسائل کو بھی اپنی تحقیقات وترجیحات کا موضوع بنانے پر مجبور ہیں جن کا تعلق عبادات سے ہے۔ ایسے مسائل میں حج سے متعلق بھی بعض امور ہیں، اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا حج وعمرہ کے مسائل کے لئے ایک سیمینار پہلے بھی کر چکی ہے، مگر بعض مسائل نے پھر اکیڈمی کو اس طرف توجہ کرنے پر مجبور کیا ہے۔ اس پس منظر میں فی الحال دو مسائل پیش خدمت ہیں:

الف- رمی جمار کے اوقات:

جمرات کی رمی حج کے معروف اعمال میں ہے، دس ذی الحجہ کی رمی کا وقت صبح صادق سے شروع ہوتا ہے اور رات کے آخر تک باقی رہتا ہے، گیارہ اور بارہ کی رمی کا وقت زوال سے شروع ہو کر اگلی صبح تک مانا گیا ہے، البتہ ان تینوں دنوں کی رمی کے اوقات کے سلسلہ میں فقہاء نے جائز، مستحب اور مکروہ اوقات کی تقسیم بھی کی ہے، تیرہ ذی الحجہ کو منی میں قیام اور رمی لازمی نہیں ہے۔ اس تفصیل کے ساتھ یہ بھی صراحت موجود ہے کہ ضرورت کے وقت اگر وقت مسنون ومستحب سے رمی کو مقدم یا مؤخر کیا جائے تو کراہت نہیں ہوتی ہے۔

آج کل حجاج کی بڑھتی ہوئی غیر معمولی تعداد کے پیش نظر رمی جمار کے موقع پر مجمع کثیر اکٹھا ہو جاتا ہے، جو تمام تر انتظامات کے باوجود سنگین حادثات کا سبب بن جاتا ہے، پچھلے برسوں میں متعدد ایسے حادثات رونما ہوئے جن میں مرنے والوں کی تعداد بڑھتی جارہی ہے، اس صورت حال پر سعودی حکومت اور وہاں کے علماء کے علاوہ عالمی سطح پر پوری امت مسلمہ رنجیدہ وفکر مند ہے اور یہ سوال بڑی شدت کے ساتھ سامنے آرہا ہے کہ رمی جمار کے اوقات کے سلسلہ میں معروف ائمہ امت (حضرات صحابہ وتابعین وائمہ مجتہدین) کے اقوال کی روشنی میں جو وسعت ہوسکتی ہے، ان کو اختیار کر کے ان حادثات پر قابو پانے کی کہاں تک گنجائش ہوسکتی ہے۔

اس تمہید کی روشنی میں درج ذیل سوالات آپ کی خدمت میں پیش ہیں:

۱- دس ذی الحجہ کی رمی طلوع آفتاب سے قبل صبح صادق سے کی جاسکتی ہے یا نہیں؟

۲- کیا گیارہ ذی الحجہ اور بارہ ذی الحجہ کی رمی طلوع صبح صادق سے کرنے کی گنجائش ہے؟

۳- کیا ۱۱ اور ۱۲ر ذی الحجہ کی رمی غروب آفتاب کے بعد کی جائے تو اس میں کراہت ہوگی؟

۴- اگر ۱۲ر ذی الحجہ کی رمی کے لئے غروب آفتاب کے بعد تک منی میں ٹھہرا جائے تو ۱۳ر ذی الحجہ کی رمی لازم تو نہیں ہوگی؟

۵- کیا بوڑھے، بیمار، معذور اور خواتین نیز ان سے جڑے ہوئے لوگوں کے لئے دس ذی الحجہ کی رمی دسویں شب کے نصف سے کی جاسکتی ہے؟

ب- منی کے باہر حدود حرم میں قیام:

آج حجاج کی کثرت کی وجہ سے یہ بھی ایک مسئلہ بن چکا ہے کہ حجاج کی ایک تعداد کے خیمے ۸ تا ۱۲ ذی الحجہ کے قیام کے لئے مزدلفہ میں لگتے ہیں اور بعض لوگ منی سے متصل مکہ کی آخری آبادی ''حی العزیزیہ'' میں قیام کر لیتے ہیں، جس کی وجہ سے بہت سے حجاج تشویش کا شکار رہتے ہیں، اس سلسلے میں سوال یہ ہے کہ:

۱- ان دنوں میں حاجی کے قیام منی کی کیا حیثیت ہے؟

۲- اگر کوئی حاجی حدود مکہ میں ہی مقیم رہے اور وہیں سے رمی وغیرہ کے لئے جایا کرے تو کیا حج پر کوئی اثر پڑے گا؟

۳- کیا حدود حرم میں کسی بھی جگہ حاجی قیام کر سکتا ہے خواہ مکہ مکرمہ شہر کے اندر ہو یا مضافات میں؟ اور کیا منی کے علاوہ مزدلفہ میں بھی قیام کر سکتا ہے، اس لئے کہ مزدلفہ بھی حدود حرم میں داخل ہے؟

☆☆☆

سوال نامہ

دماغی موت

انسان جسم اور روح کا مجموعہ ہے، نفخ روح سے انسانی زندگی کا آغاز ہوتا ہے، اور اس روح کے نکل جانے سے موت واقع ہوجاتی ہے، لیکن روح کیا ہے؟ یہ ایک سربستۂ راز ہے، قرآن نے اسے 'امر رب' قرار دیا ہے، بعض حضرات کے نزدیک یہ ایک لطیف نورانی شئی ہے جو جسم میں اس طرح موجود ہوتی ہے جیسے شاخ تازہ میں شادابی۔ یوں تو موت کی کچھ ایسی بدیہی علامتیں ہوتی ہیں جنہیں دیکھ کر عام آدمی بھی بتا سکتا ہے کہ کون زندہ ہے اور کون مردہ؟ لیکن کچھ خاص حالات میں موت کی شناخت بہت مشکل ہوجاتی ہے اور ماہر اطباء بھی موت کے وقوع کا فیصلہ کرنے میں دشواری محسوس کرتے ہیں، مثال کے طور پر زہر کے استعمال، حادثات میں لگنے والی گہری چوٹ، یا کسی اور سبب سے مریض طویل سکتہ میں مبتلا ہوجاتا ہے اور موت کی ظاہری علامتیں طاری ہوجاتی ہیں، لیکن تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ انسان ابھی زندہ ہے۔

عام طور پر دل کی حرکت، دوران خون اور سانس کی آمد ورفت کا رک جانا موت کی علامت سمجھا جاتا ہے، لیکن جدید میڈیکل سائنس نے ایسے آلات ایجاد کر لئے ہیں جو ایک عرصہ تک مصنوعی طور پر دل کی حرکت اور سانس کی آمد ورفت کو قائم رکھتے ہیں، یہیں سے جدید میڈیکل سائنس میں دماغی موت کا تصور ابھرا ہے، اب یہ بات ممکن ہوگئی ہے کہ کچھ خاص وقت کے لئے قلب کو حرکت سے روک دیا جائے اور مصنوعی قلب اور پھیپھڑے کے ذریعہ دوران خون اور سانس کی آمد ورفت کا کام لیا جائے، اس تجربہ نے اس تصور کو جنم دیا کہ اصل موت قلب اور سانس کا رکنا نہیں ہے، بلکہ دماغ کے اس حصہ کا مرجانا ہے جسے جذع المخ (Brain Stem) کہتے ہیں، دماغ کا یہی حصہ فکر وشعور کا مرکز ہے، اور یہی نظام جسمانی کو کنٹرول کرتا ہے، اگر دماغ کو چار پانچ منٹ تک خون کی سپلائی بند ہوجائے تو وہ زندہ نہیں رہتا بلکہ پگھلنا شروع ہوجاتا ہے، دماغ کے مرنے کے بعد مصنوعی آلات کے ذریعہ قلب کی حرکت اور دوران خون کو جاری رکھا جاسکتا ہے، لیکن یہ وقتی عمل ہوگا، جو بالآخر چند گھنٹوں یا چند دنوں سے زیادہ جاری نہیں رہ سکے گا، اب انسان کے اندر زندگی لوٹنے کا سوال باقی نہیں رہتا ہے۔ اس کے برخلاف اگر دماغ زندہ ہو اور قلب کی حرکت محدود مدت کے لئے بند ہوگئی ہو لیکن خارجی عمل کے ذریعہ خون کی سپلائی برقرار رکھی جائے تو انسان زندہ رہے گا، اس تجربہ کی وجہ سے آج کے اطباء یہ سمجھتے ہیں کہ نفس انسانی کا مرکز انسانی دماغ ہے۔

انسان کی حیات وموت کا سوال فقہ کے کئی مسائل سے تعلق رکھتا ہے، یہ سوال کہ کس وقت انسان کو مردہ قرار دیا جائے، فقہی نقطۂ نظر سے خاصی اہمیت کا معاملہ ہے، اس سلسلہ میں تین قسم کے سوالات زیادہ اہمیت کے ساتھ سامنے آتے ہیں، پہلی قسم میں میراث، عدت اور حقوق سے متعلق سوالات پیدا ہوتے ہیں کہ ان کا نفاذ کس وقت سے ہوگا؟ دوسری قسم کے مسائل اعضاء کی پیوندکاری سے متعلق ہیں، طبی تحقیق کے مطابق انسان کے مرنے کے بعد بھی کچھ وقفہ تک اعضاء میں زندگی باقی رہتی ہے، چنانچہ اگر دماغ مرچکا ہے تو مصنوعی آلات تنفس کے ذریعہ قلب کی حرکت اور سانس کی آمد ورفت کو اتنی دیر باقی رکھا جاسکتا ہے جس میں اعضاء میں حیات عضوی باقی رہے اور انہیں قابل استفادہ حالت میں نکالا جاسکے۔ تیسری قسم کے مسائل اس بات سے متعلق ہیں کہ اگر کوئی مریض مصنوعی آلات تنفس (Ventilator) پر ہے جو کافی گراں طریقۂ علاج ہے تو کیا اس سے یہ آلات شرعاً ہٹائے جاسکتے ہیں؟ اگر مشین پر رہتے ہوئے اس کے تنفس اور حرکت قلب کا فطری نظام بحال

ہوجاتا ہے تو بلاشبہ مشین ہٹالی جائے گی، اسی طرح اگر مشین پر رہتے ہوئے حرکت قلب ختم ہوجاتی ہے اور موت واقع ہوجاتی ہے تو مشین کا ہٹالیا جانا طے ہے، لیکن پیچیدگی اس وقت پیدا ہوتی ہے جب ڈاکٹر مریض کی زندگی سے مایوس تو نہ ہوا ہو لیکن مشین کے ذریعہ ہی اس کی سانس کی آمد ورفت اور دل کی حرکت جاری ہو، اور مشین ہٹالینے پر یہ دونوں موقوف ہوجاتے ہوں، ایسی صورت میں کب مشین ہٹانے کی اجازت ہوگی؟

اس تفصیل کی روشنی میں دماغی موت کے سلسلہ میں چند اہم سوالات آپ کے سامنے پیش ہیں، آپ سے گذارش ہے کہ ان سوالات کے بارے میں اپنی شرعی تحقیق کی روشنی میں جوابات سپرد قلم فرمائیں:

۱- اطباء کا یہ تصور کہ اصل موت دماغی موت ہے۔ شرعاً کہاں تک درست ہے؟ یعنی اگر دماغ مر چکا ہو لیکن مصنوعی آلات تنفس کے ذریعہ قلب کی حرکت اور سانس کی آمدورفت باقی رکھی گئی ہو تو ایسے شخص کو مردہ قرار دیا جائے گا یا زندہ؟

۲- اگر دماغ نہیں مرا ہے، یعنی جذع المخ کام کررہا ہے، لیکن قلب کی حرکت پوری طرح بند ہوگئی ہے اور سانس کی آمدورفت ختم ہوچکی ہے تو ایسی حالت میں اس شخص پر زندہ کے احکام جاری ہوں گے یا مردہ کے؟

۳- مصنوعی آلات تنفس کی مشین (Ventilator) پر موجود ایسا مریض جس کی زندگی سے اطباء مایوس نہ ہوئے ہوں، لیکن مشین ہٹا لینے پر سانس کی آمدورفت رک جاتی ہو، ایسے مریض سے مصنوعی آلات تنفس کو ہٹانے کی اجازت کب ہوگی؟ اور اگر مریض کے اقارب اس گراں علاج کا تحمل نہ کرسکتے ہوں تو ان کی اجازت کے بعد اطباء کا مریض سے مشین کو ہٹالینا کیا قتل نفس قرار پائے گا؟

۴- اگر اطباء مریض کی حیات سے مایوس ہوں لیکن مصنوعی آلۂ تنفس لگا کر چند دنوں سانس کی آمدورفت کو بحال رکھا جاسکتا ہو تو ایسی صورت میں مصنوعی آلۂ تنفس لگانے کا کیا حکم ہوگا؟ کیا ورثہ کے لئے اس سے استفادہ کرنا واجب ہوگا یا جائز یا ممنوع؟

۵- موت کے احکام یعنی وصیت کا نفاذ، میراث کا اجراء اور عدت کا آغاز وغیرہ کب سے معتبر سمجھے جائیں گے، جس وقت دماغ مرا ہے اس وقت سے، یا قلب کی طبعی موت کے وقت سے، یا جس وقت مشین ہٹانے کے بعد قلب کی حرکت اور سانس کی آمدورفت موقوف ہوئی ہے اس وقت سے؟

☆☆☆

سوال نامہ

یوتھینزیا (Euthanasia)

اس دور میں مغربی تہذیب کے غلبہ کی وجہ سے جو مسائل پیدا ہوئے ہیں، ان میں ایک مسئلہ یوتھینزیا کا بھی ہے۔ پہلے تو اسے مغربی معاشرہ کا حصہ سمجھا جاتا تھا، لیکن گلوبلائزیشن کے اس دور میں اب اس طرح کے مسائل ہندوستان اور مشرقی ممالک پر بھی دستک دے رہے ہیں۔ اس پس منظر میں سولہویں فقہی سمینار کے لئے ایک عنوان یوتھینزیا کا بھی رکھا گیا ہے، اس موضوع پر بہت پہلے بانیٔ اکیڈمی حضرت مولانا قاضی مجاہدالاسلام صاحب قاسمیؒ نے چند علماء وارباب افتاء کو ایک سوال نامہ بھیجا تھا، اس سوال نامہ میں صورت مسئلہ کی بڑی اچھی وضاحت کی گئی ہے، اس لئے وہی تحریر بہ طرز سوال نامہ ذیل میں نقل کی جاتی ہے:

یوتھینزیا (Euthansia):

یوتھینزیا کا مطلب یہ ہے کہ مریض جو شدید تکلیف میں مبتلا ہو اور اس کے زندہ رہنے کی کوئی توقع نہ ہو، یا وہ بچے جو غیر معمولی حد تک معذور ہوں اور ان کی زندگی محض ایک طرح کا بوجھ ہو، ایسے مریضوں اور بچوں کی زندگی کو ختم کردینا تاکہ تکلیف سے نجات پاجائیں اور آسانی سے ان پر موت طاری ہوجائے۔

واضح رہے کہ یوتھینزیا کی دو قسمیں ہیں:

۱- عملی Active ۲- (غیر عملی) Passive

۱- ایکٹو یوتھینزیا کی صورت یہ ہے کہ ڈاکٹروں کو مریض کو موت تک پہنچانے کے لئے کوئی مثبت عمل کرنا پڑے، مثلاً: کینسر کا مریض جو شدید تکلیف میں مبتلا ہو، یا وہ مریض جو طویل بے ہوشی کا شکار ہو اور اس کے بارے میں ڈاکٹروں کا خیال ہو کہ اس کی زندگی کی اب کوئی توقع نہیں ہے، ایسے مریض کو دردکم کرنے والی تیز دوا زیادہ مقدار میں دے دی جاتی ہے، جس سے مریض کی سانس رک جاتی ہے۔

اسی طرح کبھی ایسا مریض جس کے سر میں شدید چوٹ لگی ہو یا مینجائٹس (دماغی بخار) جیسی بیماریوں کی وجہ سے بے ہوش ہو، اور اس کی صحت یابی کا بظاہر کوئی امکان ڈاکٹروں کے نزدیک نہ ہو یا محض مصنوعی تدابیر سے اس کی سانس چلائی جارہی ہو، کہ اگر یہ آلہ ہٹالیا جائے تو مریض کی سانس کا آنا بند ہوجائے گا، ایسی حالت میں ان مصنوعی آلات کو ہٹالینا (تاکہ مریض مکمل طور پر مرجائے) بھی ایکٹو یوتھینزیا کی ایک قسم ہے۔

۲- پیسیو یوتھینزیا (سلبی یا غیر عملی) کا مطلب یہ ہے کہ مریض کی جان لینے کے لئے کوئی عملی تدبیر نہیں کی جاتی، بلکہ اسے زندہ رکھنے کے لئے جو ضروری علاج کیا جانا چاہئے وہ نہیں کیا جاتا اور اس طرح وہ مریض مرجاتا ہے، مثلاً کینسر یا بے ہوشی یا دماغی چوٹ یا مینجائٹس کا مریض نمونیہ یا کسی ایسے مرض میں مبتلا ہوجائے جو قابل علاج ہے، لیکن ڈاکٹر اس نئے مرض کا علاج نہ کرے تاکہ اس کی موت جلد واقع ہوجائے، اسی طرح ایسے بچے جو شدید طور پر معذور ہوں، مثلاً ان کی ریڑھ کی ہڈی میں ایسی خرابی ہو جس کی وجہ سے ٹانگیں مفلوج ہوں، یا

پیشاب، پاخانہ پر قابو باقی نہ رہا ہو، یا بچہ کا دماغ پیدائش کے وقت مجروح ہو چکا ہو، ایسی حالت میں زندگی بھر یہ مریض بارگراں بن کر زندہ رہے گا، اب اگر ایسے بچوں کو نمونیہ یا کوئی دوسرا قابل علاج مرض پیدا ہو جائے تو ان کا علاج نہ کر کے انہیں ایسی گرانبار اور تکلیف دہ زندگی سے جلد نجات دلانے کی صورت اختیار کرنا، یا بوڑھے لوگ کسی خطرناک مرض میں مبتلا ہو جائیں اور ان کا علاج بہت گراں ہو تو آج مغربی سماج میں ایک فکر یہ پنپ رہی ہے کہ ایسے لوگوں کے علاج پر پیسے خرچ نہیں کئے جائیں، چنانچہ ان کا علاج نہیں کیا جاتا۔

بہر حال مبینہ طور پر ''یوتھینز یا'' کا مقصد مریض کو اور اس کے اعزہ کو طویل تکالیف سے نجات دلانا ہے، اب مندرجہ بالا تفصیلات کی روشنی میں یہ سوالات پیدا ہوتے ہیں:

۱- مذکور الصدر صورت حال میں کیا اسلام عمداً کسی ایسے فعل کی اجازت دیتا ہے جس کے ذریعہ کسی مریض کو شدید تکالیف سے نجات دلانے کے لئے موت تک پہنچا دیا جائے؟

۲- اور کیا اسلام اس مقصد کے پیش نظر معالجہ چھوڑ دینے کی اجازت دیتا ہے؟

☆☆☆

سوال نامہ

نیٹ ورک مارکیٹنگ

آج کل تجارت کا ایک نیا طریقہ شروع ہوا ہے جسے نیٹ ورک مارکیٹنگ یا ملٹی لیول مارکیٹنگ کہا جاتا ہے، اس تجارت کا طریقہ یہ ہے کہ کمپنی کی مصنوعات کھلی مارکیٹ میں فروخت نہیں ہوتیں، بلکہ جو شخص کمپنی کا ممبر بنتا ہے اسی کو کمپنی کی مصنوعات فراہم کی جاتی ہیں، خریدار کو خریدی ہوئی اشیاء تو ملتی ہی ہیں، ساتھ ہی ساتھ اس کو ایک اہم سہولت یہ دی جاتی ہے کہ وہ جن لوگوں کو ممبر بناتا ہے اور کمپنی سے سامان خریدنے کے لئے آمادہ کرتا ہے، اس پر کمپنی کمیشن دیتی ہے، پھر یہ کمیشن صرف ان خریداروں تک محدود نہیں رہتا جن کو اس نے خریدار بنایا ہے، بلکہ اس کے ذریعہ بنے ہوئے خریدار سے جو آگے خریدار تیار ہوئے ہیں ان کی خریداری پر بھی پہلے شخص کو کمیشن ملتا رہتا ہے، اور مرحلہ وار یہ سلسلہ بہت آگے تک چلا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر ذیل کا نقشہ ملاحظہ کریں، اس میں چوتھے مرحلہ میں آکر ممبران کی تعداد سولہ ہوگئی ہے اور اوپر کے ممبروں کو شامل کرلیا جائے تو مجموعی تعداد تیس ہوجاتی ہے:

الف

پہلا مرحلہ: ۲ ممبر	2								1							
دوسرا مرحلہ: ۴ ممبر	2				1				2				1			
تیسرا مرحلہ: ۸ ممبر	8		7		6		5		4		3		2		1	
چوتھا مرحلہ: ۱۶ ممبر	16	15	14	13	12	11	10	9	8	7	6	5	4	3	2	1

اس طرح الف کو تیس ممبروں کی خریداری پر کمیشن پہنچتا ہے۔

ادھر بعض نئی کمپنیاں اس تجارت میں اتری ہیں، جو تعلیم اور خاص کر کمپیوٹر تعلیم کے لئے اسی طریقۂ کار کو اختیار کرتی ہیں اور اپنے گاہک کو تعلیمی CD فراہم کرکے یہ شرط عائد کرتی ہیں کہ وہ غریب بچوں کو بھی مفت تعلیم دیں، گویا انہوں نے اس میں تجارت کے ساتھ ساتھ خدمت خلق اور اشاعت علم کے پہلو کو بھی شامل کرنے کی کوشش کی ہے۔

اس تجارت سے جو لوگ وابستہ ہیں، ان کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ عام طور پر مصنوعات کی تشہیر پر کافی اخراجات آتے ہیں، کمپنی نے کوشش کی ہے کہ جو رقم تشہیر پر خرچ ہوتی ہے وہ اس کے بجائے خود گاہکوں کو دی جائے، اسی لئے گاہک کو کمیشن دیا جاتا ہے۔

یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ کمپنی کی مصنوعات کی قیمت کھلے بازار میں فروخت ہونے سے بہت زیادہ ہوتی ہے، جیسے ٹوتھ پیسٹ، صابن اور اس طرح کی اشیاء ضرورت کھلے بازار کے مقابلے میں دوگنا، تین گنا قیمت پر حاصل ہوتی ہیں۔ اس سلسلہ میں کمپنی کے نمائندوں کا کہنا ہے کہ بازار میں جو چیزیں دستیاب ہوتی ہیں، اس کے مقابلہ میں یہ بدرجہا بہتر ہوتی ہیں اور زیادہ نتیجہ خیز ثابت ہوتی ہیں۔

تیسری قابل توجہ بات یہ ہے کہ محنت وکوشش اور دلچسپی سے ایک شخص ممبر بنا تا ہے، لیکن اس کا کام یہیں ختم نہیں ہوجاتا، بلکہ آئندہ مرحلوں میں بھی اسے کارکنوں کے ساتھ تعاون کرنا پڑتا ہے، جیسے لوگوں کو سمجھانا، مال کی اہمیت بتانا، ان کے شکوک وشبہات کو دور کرنا، اس کے

فوائد سے متعلق تقریر کرنا وغیرہ۔ عام طور پر اس تجارت سے متعلق لوگ اس ذمہ داری کو بڑی اہمیت سے پیش کرتے ہیں، لیکن تحقیق کے بعد جو بات سامنے آتی ہے، وہ یہ کہ پہلے مرحلہ یعنی براہ راست ممبر بنانے کے بعد آئندہ مرحلوں میں اگر اس نے مطلوبہ تعاون نہیں کیا، تب بھی وہ کمیشن کا مستحق برقرار رہتا ہے۔ ان تفصیلات کی روشنی میں دریافت طلب امر ہے:

۱۔ اس تجارت میں شریک ہونا جائز ہے یا ناجائز؟

۲۔ جس شخص کو براہ راست ممبر بنایا ہے، اس کی خریداری پر حاصل ہونے والے کمیشن اور بالواسطہ ممبر بننے والوں کی خریداری پر کمیشن کا حکم یکساں ہے یا دونوں میں فرق ہے؟

۳۔ کمپنی کو جو فیس ممبری ادا کی جاتی ہے، اس کے کچھ رقم کو سامان کی قیمت قرار دیا جاتا ہے اور کچھ کو فیس رکنیت، تو کیا یہ صورت بیع بالشرط کے دائرہ میں آجاتی ہے؟

۴۔ کیا معاملہ کی اس صورت میں غرر پایا جاتا ہے اور غرر پایا جاتا ہے تو کیوں کر؟ اور اس کا شمار غرر کثیر میں ہوگا یا غرر قلیل میں؟

امید کہ ان سوالات کا قرآن وحدیث اور فقہاء کی تصریحات کی روشنی میں جواب عنایت کریں گے۔

☆☆☆

تجاویز:

اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کا سولہواں فقہی سمینار مولانا مفتی حبیب اللہ قاسمی صاحب بانی ومہتمم جامعہ اسلامیہ دارالعلوم مہذب پور کی دعوت پر جامعہ ہذا کے احاطہ میں ۳۰/مارچ-۲/اپریل ۲۰۰۷ء کو منعقد ہوا، سمینار میں پورے ملک سے تقریباً ۲۰۰ علماء، ارباب افتاء اور ماہرین نے شرکت کی، نیز ڈاکٹر عمر حسن کاسولے پروفیسر برونائی یونیورسٹی اور مولانا عبدالقادر عارفی استاذ دارالعلوم زاہدان (ایران) بھی شریک ہوئے، اور شیخ الازہر سید محمد طنطاوی (مصر) قاہرہ میں منعقد ہونے والی ایک عالمی کانفرنس کی وجہ سے شریک تو نہیں ہوسکے، لیکن انہوں نے اس سمینار کے لئے پیغام بھیجا اور اپنی نیک تمناؤں کا اظہار کیا۔

سمینار میں حجاج کرام کے بڑھتے ہوئے ازدہام کے پس منظر میں حج سے متعلق دو مسائل رمی جمار کے اوقات اور ۱۰، ۱۱، ۱۲/ذی الحجہ کو منیٰ میں شب گذارنے کے شرعی احکام پر گفتگو ہوئی، جدید میڈیکل مسائل میں موت کی حقیقت (Brain Death) کی حیثیت، ''مریض سے مصنوعی آلہ تنفس کی علاحدگی'' اور ''یوتھینیزیا''، یعنی قتل بجذبہ شفقت کے موضوع پر غور وخوض کیا گیا، ان کے علاوہ تیزی سے رواج پانے والی ''نیٹ ورک مارکیٹنگ'' پر بھی بحث ہوئی اور درج ذیل تجاویز منظور ہوئیں:

۱- رمی جمار کا مسئلہ:

۱- حج اسلام کی ایک اہم ترین عبادت ہے، جو زندگی میں ایک ہی بار فرض ہے، اس لئے حجاج کرام کو چاہئے کہ حج میں افضل اور مسنون طریقہ پر عمل کریں اور زیادہ سے زیادہ احتیاطی پہلو کو ملحوظ رکھیں۔ یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ تینوں دنوں (۱۰، ۱۱، ۱۲/ذی الحجہ) کو رمی کے اوقات میں کافی وسعت ہے اور ہر دن اگلے دن کے طلوع صبح صادق تک رمی کرنے کی گنجائش ہے۔ اس لئے اگر رمی کے لئے اپنے حالات کے لحاظ سے مناسب وقت کا انتخاب کیا جائے تو دشواری نہ ہو اور حادثات پیش نہ آئیں؛ کیونکہ زیادہ تر حادثات عجلت پسندی اور مسائل سے ناواقفیت کی وجہ سے پیش آتے ہیں۔

۲- ۱۰/ذی الحجہ کی رمی طلوع آفتاب سے پہلے اور صبح صادق کے بعد کرنا عام لوگوں کے لئے مکروہ ہے؛ البتہ معذورین، بیمار، خواتین اور ضعیف حضرات کے لئے اس وقت بھی رمی کرنا بلا کراہت جائز ہے۔

۳- ۱۰/ذی الحجہ کی نصف شب سے رمی کرنا کسی کے لئے بھی جائز نہیں ہے؛ کیونکہ اس وقت رمی کا وقت ہی شروع نہیں ہوتا۔

۴- ۱۱، ۱۲/ذی الحجہ کو رمی کا وقت زوال آفتاب کے بعد شروع ہوتا ہے اور اگلی تاریخ کی صبح صادق سے پہلے پہلے تک رہتا ہے، ان ہی اوقات میں رمی کرنا چاہئے اور حج فرض ادا کرنے والوں کو خاص کر اس کا اہتمام کرنا چاہئے؛ البتہ شدید مجبوری اور دشواری کی بنا پر اگر کسی شخص نے زوال سے پہلے رمی کرلیا تو امام ابوحنیفہ کے قول پر عمل کرتے ہوئے اس پر دم واجب نہیں ہوگا۔

۵- ۱۱، ۱۲/ذی الحجہ کو غروب آفتاب کے بعد رمی کرنا ازدحام کی موجودہ کیفیت کو دیکھتے ہوئے مکروہ نہیں ہے۔

۶- ۱۲/ذی الحجہ کو غروب آفتاب کے بعد رکے رہنے سے ۱۳/ذی الحجہ کی رمی واجب نہیں ہوگی، ہاں اگر منیٰ میں ۱۳/ذی الحجہ کی صبح صادق طلوع ہوجائے تو پھر ۱۳ کی رمی بھی واجب ہوجائے گی۔

۲-قیام منیٰ کا حکم:

۱- ایام منیٰ میں حجاج کے لئے منیٰ میں ہی رات گذارنا مسنون ہے، اس لئے حجاج کرام کو چاہئے کہ یہ راتیں منیٰ میں گذاریں اور بلا ضرورت محض راحت وآرام کے لئے منیٰ سے باہر قیام کرکے ایک اہم سنت کے تارک نہ بنیں۔

۲- البتہ اگر جگہ کی تنگی اور حکومت کے نظام کی وجہ سے منیٰ کے باہر قیام کرنا پڑے تو اس میں حرج نہیں ہے۔

۳-موت کی حقیقت اور مصنوعی آلۂ تنفس:

۱- جب سانس کی آمد ورفت پوری طرح رک جائے اور موت کی علامات ظاہر ہوجائیں تب ہی موت کے واقع ہونے کا حکم لگایا جائے گا اور اسی وقت سے موت سے متعلق وصیت کا نفاذ، میراث کا اجراء اور عدت کا آغاز وغیرہ احکام جاری ہوں گے۔

۲- اگر مریض مصنوعی آلۂ تنفس پر ہو، لیکن ڈاکٹر اس کی زندگی سے مایوس نہ ہوئے ہوں اور امید ہو کہ فطری طور پر تنفس کا نظام بحال ہوجائے گا تو مریض کے ورثہ کے لئے اسی وقت مشین کا ہٹانا درست ہوگا جب کہ مریض کی املاک سے اس علاج کو جاری رکھنا ممکن نہ ہو، نہ ورثہ ان اخراجات کو برداشت کرنے کی صلاحیت رکھتے ہوں اور نہ اس علاج کو جاری رکھنے کے لئے کوئی اور ذریعہ میسر ہو۔

۳- اگر مریض آلۂ تنفس پر ہو اور ڈاکٹروں نے مریض کی زندگی اور فطری طور پر نظام تنفس کی بحالی سے مایوسی ظاہر کردی ہو تو ورثہ کے لئے جائز ہوگا کہ مصنوعی آلۂ تنفس علاحدہ کردیں۔

۴-یوتھنیزیا کا حکم:

شریعت اسلامی میں انسانی جان کی بڑی اہمیت ہے اور حتی المقدور اس کی حفاظت خود اس شخص کا اور دوسروں کا فریضہ ہے، اس لئے:

۱- کسی مریض کو شدید تکلیف سے بچانے یا اس کے متعلقین کو علاج اور تیمارداری کی زحمت سے نجات دلانے کے لئے عمداً ایسی تدبیر کرنا کہ جس سے اس کی موت واقع ہوجائے حرام ہے اور یہ قتل نفس کے حکم میں ہے۔

۲- ایسے مریض کو گو مہلک دوا نہ دی جائے مگر قدرت کے باوجود اس کا علاج ترک کردیا جائے تاکہ جلد سے جلد اس کی موت واقع ہوجائے، یہ بھی جائز نہیں ہے۔

۵-نیٹ ورک مارکیٹنگ:

۱- ملٹی لیول مارکیٹنگ (نیٹ ورک مارکیٹنگ) کی مروجہ شکلیں مختلف مفاسد کو شامل ہیں، اس میں دھوکہ، غرر، بیع کو ایک غیر متعلق چیز کے ساتھ مشروط کرنا، ایک معاملہ کو دو معاملوں سے مرکب بنادینا اور شبہ قمار وغیرہ خلاف شرع باتیں پائی جاتی ہیں، اور خریداروں کا اصل مقصد سامان خرید کرنا نہیں ہوتا ہے؛ بلکہ غیر معمولی کمیشن حاصل کرنا ہوتا ہے، اس لئے اس میں شرکت کرنا جائز نہیں ہے۔

۲- چونکہ اس میں شرکت جائز نہیں ہے، اس لئے دوسروں کو اس میں شریک کرنا اور نیچے کے ممبروں کی وساطت سے کمیشن حاصل کرنا بھی جائز نہیں ہے۔

۳- مسلمانوں کو اس طرح کے تمام کاروبار سے بچنا چاہئے اور کسی بھی ایسی تجارت میں شامل نہیں ہونا چاہئے، جو اسلام کے مقرر کئے ہوئے اصول تجارت سے متصادم ہو۔